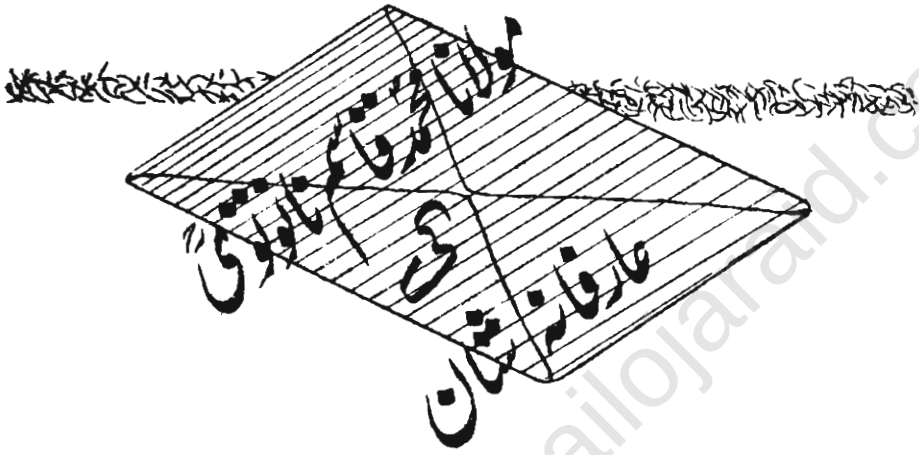




محترمی و کرمی زید محمدکم

سلام سنون نیاز مقرون — گرامی نامہ نے مشرف فرمایا۔ آپ نے حضرت نانوتوی قدس سرہ اود
ان بھیے دوسرے اکابر کے بارہ میں ان کے بیان کی مقبولیت اور جاذبیت کے بارہ میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے
وہ حقیقت ہے۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات بظاہر فلسفیانہ ہوتی ہیں، مگر حقیقتاً عارفانہ
اس لئے اثر قلب پر یہ پڑتا ہے کہ جیسے کوئی مربی تربیت کر رہا ہو۔ اس کی وجہ محض علم نہیں بلکہ معرفت
ہے۔ اور محض معرفت بھی نہیں بلکہ انکشاف اور ان کا حال ہے۔ صاحبِ حال کی ہر چیز میں کشش جاذبیت
اور مقبولیت ہوتی ہے۔ حضرت کے علوم الہامی ہیں کتابی نہیں۔ ماخوذ کتاب و سنت سے ہیں۔ اور کتاب و
سنت کی روح ان کے اندر سمائی ہوتی ہے۔ اس لئے وہ روح کی بات اندر سے کھینچ لاتے ہیں۔ اود
وہی موثر ہوتی ہے۔ چونکہ وہ خود اس سے لطف اندوز ہیں اس لئے مطالعہ کنندہ بھی اس سے لطف اندوز
ہوتا ہے۔ ازل فیزد بر دل ریزد — یہ علوم و حقیقت علم الہی سے منسل ہوتے ہیں۔ اس لئے
ان کی تاثیر بھی قوی اور کامل ہوتی ہے۔ حضرت ہی نے تقریر دلپذیر میں ایک موقع پر جہاں غالباً مسئلہ
تقدیر بیان فرما رہے ہیں، ارشاد فرمایا کہ یہاں پہنچ کر اک دم طبیعت رک گئی اور بات سمجھ میں
نہیں آئی کہ کیا لکھوں تو آخر کار میں نے اسی پر دوگرام کی طرف رجوع کیا جہاں سے بندوں کو علم کی ودی ملتی
ہے۔ اور میں نے کہا کہ

قطرہ دانش کہ وادستی زبیش حصّل گردان بدیا ہائے خویش

آخر کار فتح یاب ہوا اور میرے اللہ نے بات سمجھائی اور پھر لکھا کہ: ”آنچہ بصفیہ خاطر می ریزند بقلم می آدم (او کما قال) اس سے واضح ہے کہ یہاں کی یہ جذب و کشش محض رسمی علم میں نہیں بلکہ عارفانہ اور عاشقانہ علوم میں ہوتی ہے۔ عاشق جب اپنی دیوانگی میں بولتا ہے۔ اور گرج پڑتا ہے تو سب لہر جاتے ہیں، وہ اس کے قلب اور اُدھر کے نگلشن کا اثر ہوتا ہے۔ اس لئے تاثیر و حقیقت الفاظ میں نہیں بلکہ قلب کے ان احوال میں ہے جو اپنے ظہور کیلئے الفاظ کا جامہ خود تراش لیتے ہیں۔

مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ جن کیفیات سے وہ علم صادر ہوتا ہے، اسی نوع کی مقوڑی بہت کیفیت آشنائی جب کسی میں ہوتی ہے تو وہ اثر قبول کرتا ہے۔ ورنہ بے کیف اور جاہل مطلق افراد پر کوئی چیز بھی اثر انداز نہیں ہوتی۔ اس لئے جہاں آپ ان اربابِ علوم کی تعریف فرما رہے ہیں اس میں دوسرا پہلو آپ کی خود کی واقعی تعریف کا بھی نکلتا ہے، خواہ آپ کو احساس نہ ہو۔ آپ میں بحمد اللہ ان کیفیات سے شناسائی کسی حد تک موجود ہے تو اس حد تک تاثر بھی ہے اور اسی حد تک یہ خواہش بھی ہے کہ کاش آپ بھی اسی قسم کے بیان پر قادر ہو جاویں اور ویسا بھی کلام کرنے لگیں۔ اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ یہ کمال ابتداء کسی ہی ہے۔ اگرچہ انتہاء وصی ہے۔ صرف نبوة ہی وہ کمال ہے جو کسی نہیں صرف وصی ہے جو صرف داد حق سے ملتا ہے ورنہ آثار نبوة میں سے تمام علمی و عملی و اخلاقی کمالات اکتساب سے تعلق رکھتے ہیں جو ہر ایک کو حاصل ہو سکتے ہیں، مگر جسے بھی حاصل ہوگا اسی کے ظرف و ذہن کی قدر حاصل ہوگا اور ظرف اور اذہان کی بنیاد خلقی ہے جس میں تفاوت ہے۔ اس لئے ایک کمال سب میں آکر پھر بھی علی قدر الذہانت متفاوت ہو جائے گا۔ اس لئے حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی کسی کی نقل اتار کر دیا نہیں ہو سکتا جسکی نقل اتار ہی گئی ہے جس طرح ہر ایک کی چال الگ الگ ہے، نقل سے ویسے ہی انداز سے آدمی چلے گا بھی تو نبھ نہ سکے گا اور آخر کار پھر اپنی ہی چال پر آجائے گا یا جیسے صورت ہر ایک کی الگ الگ ہے، تصنع سے صورت کو مشابہ بنانے کی کتنی بھی کوشش ہو مشابہ بن نہ سکے گی۔ اور کسی حد تک بن جائے گی تو فرق صاف نمایاں رہے گا۔ اور اتفاقاً نمایاں نہ بھی ہو تو یہ نقل دیر پا نہ ہو سکے گی۔ اس لئے کسی کی نقل کی فکر ہی نہ کی جاوے جبکہ وہ بس کی بات نہیں، البتہ خود اپنے خلقی جوہر کو اجاگر کرنے اور چمکانے کی کوشش کی جاوے اور جب وہ حد کمال پر پہنچ جائے گا جب ہی اس میں جاذبیت اور مقبولیت پیدا ہو جائے گی۔ اس لئے مقبولیت کی بنیاد اور جاذبیت کی اساس تکمیل نفس یا اس کے کسی وصف کی حد کمال ہے، نقالی نہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ کمالات باطن اگر حد کمال پر آجائیں تو ان کی جاذبیت عمومی ہوتی ہے۔ اور حقیقی اور کمالات ظاہر کی محدود اور وقتی۔

کا اثر ہے، لیکن پھر بھی جاذبیت کے درجات متفاوت ہیں جو ان کی ذہنی صلاحیتوں کے تفاوت کا نتیجہ ہیں۔ اس لئے آدمی مجاہدہ و ریاضت تو کرے لیکن نہ اس لئے کہ اس میں نلاں کا رنگ پیدا ہو جائے بلکہ اس لئے کہ صبغة اللہ پیدا ہو جائے اور پھر صبغة اللہ جس قسم کے شیشہ ذہن سے نمایاں ہوگا اسی قسم کا رنگ اختیار کرے گا۔ اور جاذبیت کا مقام پیدا کرے گا۔ مگر متفاوت ضرور رہے گا۔ اس لئے کہ وہ خلقت کا تفاوت ہے۔ ولاتبدیل یخلق اللہ۔

گلابائے رنگ رنگ ہے زینت چمن لے ذوق اس جہاں کو ہے زیبِ اختلاف سے
اس لئے آپ کائنات کے خلقی اختلاف کو مٹانے کی فکر نہ فرمادیں کہ وہ بس کی بات نہیں، یہ اختلاف بہر حال اپنی جگہ ضرور باقی رہے گا۔ صرف اپنے رنگ کو نکھارنے اور حد کمال پر پہنچانے کی سعی فرمادیں۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ سے (جو دارالعلوم کے اولین صدر مدرس اور عارف کامل تھے) کسی نے پوچھا کہ کتابیں آپ نے بھی پڑھی ہیں جو حضرت نانوتوی نے پڑھی تھیں۔ استاد بھی آپ دونوں کے ایک ہیں پھر اسکی کیا وجہ ہے کہ جو علوم وہ بیان کرتے ہیں۔ اور جو انداز بیان ان کا ہے وہ آپ کا نہیں؟ فرمایا اسکی وجہ یہ ہے کہ ان کے دماغ کی ساخت ہی حکیمانہ تھی۔ وہ کوئی معمولی سے معمولی مسئلہ بھی بیان کرتے تو وہ حکیمانہ ہی رنگ کا ہوتا اس لئے جو مضمون بھی ان کے دماغ میں ڈھل کر باہر آتا تھا وہ حکیمانہ ہی رنگ اختیار کر لیتا تھا، اس جواب کا حاصل بھی وہی ہے کہ کسب و ریاضت ظاہری ہو یا باطنی اس کے ثمرات کا تفاوت خلقتوں کے تفاوت سے ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام سب کے سب مقدس اور بشریت کے انتہائی کمالات پر پہنچے ہوئے ہوتے ہیں لیکن تفاوت مراتب اور تفاضل بھی ان میں موجود اور قرآن حکیم میں منصوص ہے اس کی وجہ کمالات نبوة کا زیادة و نقصان نہیں بلکہ غرور کا قدرتی تفاوت ہے، ان کمالات الہیہ سے مزاجی خصوصیات زائل نہیں ہوتیں بلکہ انہی مزاجی خصوصیات میں سے گزر کر وہ کمالات نمایاں ہوتے ہیں اور خصوصیات متفاوت ہیں۔ اس لئے رنگ کمالات بھی متفاوت ہو جاتا ہے، موسیٰ علیہ السلام کی جلالی شان ہے عیسیٰ علیہ السلام کی جمالی شان ہے، یعقوب علیہ السلام کی حزن و بٹ کی شان ہے۔ سلیمان علیہ السلام کی شانامہ شان ہے۔ ایوب علیہ السلام کی صابرانہ شان ہے، داؤد علیہ السلام کی شاکرانہ شان ہے۔ ان سب شانوں میں کمال نبوة مشترک ہے اور خود شانیں متفاوت۔ ظاہر ہے کہ یہ نبوة کے تفاوت سے نہیں کہ وہ سب میں یکساں ہے۔ بلکہ خلقی غرور کے تفاوت سے ہے۔ اس لئے

یہاں نہ نقل کی گنجائش ہے نہ عقل کی، بلکہ کسب و عمل کی ضرورت ہے، جو رنگ فطری ہے۔ بلا کسب کے ہر ایک کا خود اپنا ہی نمایاں ہو جائے گا۔ اور وہی مقبول ہوگا۔ اس کے حاصل کرنے یا تبدیل کرنے کی سعی غیر ضروری بلکہ بے ثمر رہ جائے گی اس لئے اس کی فکر ہی کی ضرورت نہیں۔ جہاں تک اس ناکارہ کے بارہ میں حسن ظن کے الفاظ تحریر فرمائے گئے ہیں، حتیٰ تعالیٰ آپ کو اسی کا اجر دے۔ اور مجھے ان کا صحیح مصداق بنادے۔ — وما ذلک علی اللہ بعزیز۔ والسلام

مہتمم دارالعلوم دیوبند
۱۳۸۱ھ

بقیہ : اسوہ نبویہ اور عصری شہریت

معاشی مساوات اس حالت پر ہیں۔ کہ جو اوائے مسلمان کو میسر آتا ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خلفاء اس سے کم لیتے اور نوش فرماتے ہیں۔ بنیادی ضروریات زندگی کی فراوانی کا یہ حال ہے۔ کہ بے سرو سامان اور فاقہ کش عرب، شہریت انسانی کی اس خدائی قلم رومی میں بیس سال کے عرصہ میں فارغ البالی کے اس مقام پر پہنچتے ہیں۔ کہ صدقہ و زکوٰۃ لینے والا کوئی نہیں ملتا۔ تمام شہری اسلامی مملکت کے وفادار اور اپنے مقصد کے لئے جان قربان کرنے والے انسانوں کو انسانوں کے خود ساختہ بندگیوں کی زنجیروں سے آزاد کرانے والے اور عالم گیر اخوت و محبت و خدمت و ایثار کا نمونہ پیش کرنے والے ہیں۔ — غرض انسان کامل اور معلم انسانیت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کمال بشریت انسانی کا درس دیا وہ آج بھی اس پریشان حال انسانیت کے مدد دہی اور انسانی مشکلات کا آخری حل ہے۔ سلام ہو اللہ تعالیٰ کے اس فرستادہ پر جو آسمانی مملکت اس عالم میں قائم کرنے آیا تھا۔ اور درود ہو اُس پر جس نے عالم گیر انسانی شہریت کے ذرین اصول بتائے۔ — (بشیرہ ریڈیو پاکستان)

الحق میں اشنہا دیکر ثوابِ اربین حاصل کریں